

مدرسہ جنی دارالعلوم مفترا اسلام بخاری

کائنات کی نعمتوں کی تعریف امام احمد رضا کا مقام



دراخوازہ سید وجاہت رسول قادری

ادارہ تحقیقات اسلام آباد احمد رضا سرپرست

باہتمام: کے۔ ایم۔ زاہد

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل

کرنے کے لئے

”PDF BOOK فقہ شیعی“

پیپل کو جوائیں کریں

<http://T.me/FiqqaHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات پیپل طیارگرام جوائیں کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لئے
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/>

@zohaibhasanattari

طالب دعاء مجھ مرفان عطاری

زوجہب حسن عطاری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَقْدِيم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا گیا حضور ﷺ کے خلق کے بارے میں بتائیے! آپ نے فرمایا تم قرآن نہیں پڑھتے! حضور اکرم ﷺ کا خلق قرآن ہے--- تو قرآن حکیم سیرت مجتبی ہے، اور نعمت مصطفیٰ ہے (ﷺ)--- قرآن ہی سے سب نعمت گوئی سمجھی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دربار رسالت مآب ﷺ میں نعمتیں اور قصیدے پیش کئے، حضور انور ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منبر پُچھوائے، اللہ اکبر! نعمت کہنے والوں اور نعمت پڑھنے والوں کی کیاشان ہے!--- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جو سلسلہ شروع ہوا وہ ابک جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے عشق رسول علیہ الاتحیۃ والاعلم سے فیض پایا، بیشک عشق فیض رسماں ہے، ذرے کو مہتاب بناتا ہے اور مہتاب کو آفتاب بناتا ہے، وہ علم و عشق کے آفتاب تھے، ان کی روشنی نے دلوں کو روشن کر دیا، دماغوں کو جلا بخشی، انسانوں کو انسان بنایا، شاعری وہی ہے، ادب وہی ہے جو انسانوں کو انسان بنائے، جس نے انسانوں کو حیوان بنایا اس نے شعر و ادب کو رسوائیا۔--- امام احمد رضا نے داغِ محاذ مٹا کر اردو شاعری پر نقش حقیقت جمایا، شعر و ادب کی لاج رکھ لی اور اس کو بلند یاں عطا کیں۔--- صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید لطفہ، چوبی کہ گھوارہ علم و ادب لکھو سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے فطری طور پر ان کو ادب و شاعری سے لگاؤ ہے، آپ کے جدا امجد مولانا ہدایت رسول لکھنؤی علیہ الرحمہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے خاص تعلق رکھتے تھے اس

لئے صاحبزادہ صاحب بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے خاص عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل پاکستان کے صدر بھی ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے انہیں جدوجہد کر رہے ہیں۔ پیش نظر مقالہ ان کے تعلق قلبی ہا آمینہ دار ہے۔

صاحبزادہ سید وجاحت رسول قادری زید عنایت، نے اس مقالے میں صحف سادی، آیات قرآن، اور عہد نبوی میں نعمتِ مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات کا ذکر کیا ہے، صحابہ کرام، امام اعظم ابوحنیفہ، امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے بہت سے فارسی شعراء و عرفاء، اردو کے قدیم و جدید نعمت گو شعراء کا ذکر کیا ہے پھر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اردو شاعری پر رoshni ڈالی ہے اور ضمناً عربی شاعری کا بھی ذکر کیا ہے، ادیبوں کی آراء بھی پیش کی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ مقالہ اپنے موضوع پر ایک اچھی کاوش ہے جس میں قارئین کرام کے لئے نئی اور مفید معلومات بھی ہیں۔

حال ہی میں رانجی یونیورسٹی، بھارت میں ایم۔ اے اردو، کے نظم کے پرچے میں امام احمد رضا کے دیوان ”حدائق بخشش“، کو شامل کر لیا گیا ہے۔ اس سے بہت پہلے سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد سندھ میں قصیدہ نور کو شامل کیا گیا تھا، اور حال ہی میں کراچی یونیورسٹی، کراچی کے شعبۂ اصول الدین میں دوسرے علوم و فنون میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی کاوشوں کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شخصیت ہمہ گیر اور عالم گیر ہے، دنیا کی جامعات کو ان کے علوم و فنون سے استفادہ کرنا چاہیے۔ الحمد للہ چند سالوں سے عالمی جامعات نے اس طرف توجہ کی ہے اور بہت سے مفید کام ہوئے ہیں، امام احمد رضا کی شاعری ان کے آفتاب علم و دانش کی ایک کرن ہے، مولیٰ تعالیٰ اس آفتاب عالم تاب سے سارے جہاں کو منور فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کراچی، (اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۳۲۱ھ / ۲۳ ربیعی

۱۹ مارچ ۲۰۱۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَمْدُهُ وَحْدَهُ لِجَلَالِ عَظَمَتِ الْحَمْدَ

تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام

عاشقان را شد مدرس حسن دوست
صد کتاب و صد ورق خود روئے اوست

نعمت رسول مقبول ﷺ کا موضوع اس قدر وسیع بلکہ لا محدود ہے کہ اس پر جو کچھ بھی لکھا جائے کم ہے اور کیوں نہ ہو جب خالق کائنات عز و جل خود اور اس کے فرشتے سرور کائنات ﷺ کے تعریف و توصیف میں مشغول ہوں تو پھر اس کی وسعتوں اور پہنائیوں کا اندازہ انسانی فکر و ذہن اور زبان و بیان کیسے کر سکتا ہے۔

نعمت گوئی کی تاریخ بہت قدیم ہے، اس کا تعلق براہ راست اس عہد سے ہے جب پہلے انسان حضرت آدم علیہ نبینا التحیۃ والثاء اس دنیا نے آب و گل میں تشریف لائے بلکہ آیات ربانی ہمیں واضح طور سے یہ بتاتی ہیں کہ نعمت خوانی کا یہ عمل تو اس سے بھی کہیں قدیم ہے اور ابد الآب باد تک جاری رہے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید فرقان حمید میں دو سہارے مغلوب کا ذکر ملتا ہے۔ ایک مغلوب عمومی تھی اور ایک مغلوب خصوصی تھی۔ عالم ارواح میں

اللہ جا رک و تعالیٰ نے تخلیق انسان و کائنات سے ہزاروں ہزار سال قبل تمام ارواح کو جمع کر کے ”أَلست بِرَبِّكُمْ“ کا (۱) سوال کیا تھا، تمام ارواح نے سید انس و جاں رحمت عالم ﷺ کے جواب ”بِلَيْ“ کے بعد ان کی بास میں ہاں ملائی تھی۔ مقصود اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شان یکتاں و زیارتی دکھانا تھا، کہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت اور اس کے دربار عالیٰ تک رسائی محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ دوسری خصوصی محفل میں صرف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح مقدسہ موجود تھیں اسے ”بَيْثَاقُ النَّبِيِّينَ“ (۲) کا نام دیا گیا۔ اس میں سید الانبیاء ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام سے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو متعارف کرایا گیا ان پر ایمان لانے، ان کی تصدیق کرنے اور انکی مدد و نصرت کا ان سے عہد لیا گیا ایک دوسرے کو اس عہد پر گواہ بنایا گیا اور خود خالق ارض و سموات بھی ان لوگوں پر گواہ بنا اور یہ بتایا اور جتنا یا گیا کہ نبوت و رسالت انہی کے صدقے میں تمہیں ملے گی، تم سے حکم الٰہی کا خلاف ممکن نہیں لیکن پھر بھی تنیہہ و تاکید کی گئی کہ ان کے حکم کی تعمیل یا ان کی تعظیم میں ذرا سی غفلت بھی تمہیں اپنے منصب سے معزول کرنے اور تمہیں ہلاکت میں ڈالنے کا سبب بن سکتی ہے۔ مختصر ایہ کہ سید نا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور سے لیکر سید نا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور تک ہر نبی و رسول نے اللہ جل شانہ، کے محبوب مکرم، رسول اعظم، نبی اکرم ﷺ کی شان بیان کی، ان کی آمد کی بشارت دی اور ان کے حسن و جمال اور جود و کمال کی تعریف میں نعتیں کہیں۔ ان تمام نبیوں اور رسولوں کے صحیفوں اور آسانی کتابوں میں سرکار ابد قرار ﷺ کی ہزار ہا نعتیں لکھی ہوئی تھیں۔ اب بھی تحریف شدہ توریت و انجلی میں آپ کے حسن و کمال اور جود نعال کا تذکرہ موجود ہے جو با وجود تحریف کے نہ مٹ سکا۔ مثلاً ملاحظہ ہوا نجیل مقدس کا ایک اقتباس (۳) :

”لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا اور تمہیں

آئندہ کی خبر یں دے گا۔

قرآن کریم اللہ رب جلیل کا عظیم کلام ہے "الحمد" سے "والناس" تک تمام کا تمام محبوب کبڑا علیہ التھیہ والثاء کے جلال و جمال اور شان و کمال کا بیان ہے، قرآن کریم کی ہر آیت کریمہ مدحت رسول کے نمونے پیش کر رہی ہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ جہاں اپنی سکتا تھا و بے نیازی کا اعلان فرماتا ہے وہاں بھی براہ راست مخلوق سے مخاطب نہیں ہے بلکہ اس کی بجائے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی زبان فیضِ ترجمان سے یہ اعلان سننا اور کروانا پسند فرماتا ہے:

قل هو الله أحد^(۲)

اے محبوب تم فرماؤ کہ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے
اس ایک مثال سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے محبوب علیہ السلام کی تعریف و توصیف میں جس سے اس کو بے پناہ محبت ہے کیسے
کیسے حسین پیرائے استعمال کر رہا ہے۔ اس کا مقصود ہی اپنے محبوب علیہ السلام کی رفت و
منزلت بیان کرنا اور اپنی مخلوق سے خلقت کے شکرانے میں اپنے محبوب علیہ السلام کی تعریف و
توصیف اور ان کے ذکر کا جرچہ چاکر دانا ہے۔ باس ہمہ شان قرآن کریم تو سراپا نعمت ہی
نعمت ہے، فرق صرف کم نظری یا بالغ نظری کا ہے۔ لیکن دو آیات کریمہ ایسی ہیں جن سے
براہ راست نعمت گوئی اور مدحت سرکار رسالتا علیہ السلام کی ترغیب و تشویق ہوتی ہے۔

(۱) وَرَفَعْنَاكَ بِنُكَرَكَ^(۳)

(اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا)

(۲) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ طَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا^(۴)

(جیک اللہ اور اس کے فرشتے درود صحیح ہیں اس غیب ہاتا نے والے (نبی) پر

اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو)

یہ آیات کریمہ بتاری ہیں کہ محبت رسول اللہ ﷺ کا قلب و روح میں جاں گزیں ہونا شرط ایمان ہے اور زبان حال و قال سے مدحت سرا ای رسول اللہ ﷺ میں مشغول ہونا دلیل ایمان ہے، یہی مقصود حیات ہے اور حیات بعد الہمات میں وجہ نجات ہے یہ عمل ہے جو قرآن و سنت کی روشنی میں افضل ترین اعمال سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو شمع رسالت کے پروانے تھے اور دربار رسالت پناہی کے ادب و آداب سے پوری طرح باخبر تھے، ان سے زیادہ کون اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتا تھا کہ مدحت سرا ای خواجہ طیبہ اور شاخوانی سرکار مدینہ علیہ السلام خدا یے قدوس اور نوری ملائکہ کا عمل بن کر سنت الہیہ بن گیا ہے۔ اس لئے حب رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے اور دلوں میں چدائغ مصطفوی کو جلا یے رکھنے کا سب سے موثر ذریعہ نعمت رسول ﷺ ہی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی صفات جماعت نے ذوق نعمت کی حرارت و چنگاری سے ہی ”عشق رسول“ کی آگ کو اپنے سینوں میں جلا یے رکھا۔ اس مقدس جماعت نے نعمت کا ڈھنگ قرآن کریم سے سیکھا اور اس کو مبارک آیات کو مدحت سرا ای کا معیار قرار دیا نہ صرف یہ، بلکہ انہوں نے اپنی تمام دینوی اور اخزوی مشکلات و مسائل کے حل کے لئے نعمت ہی کو سرکار بیکس پناہ میں استغاثہ کا ذریعہ بنایا چنانچہ احادیث و سیر کی کتب میں یہ ایمان افروز واقعہ ملتا ہے کہ ایک صحابی رسول کو شدت تحط کے دوران جب بھوک و افلas نے گھیرا تو انہوں نے آقائے کائنات علیہ السلام کی بارگاہ عالم پناہ میں حاضر ہو کر زبان نعمت سے یہ منظوم استغاثہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی:-

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءِ يَدْمُنِي لِيَا بُهَا
وَقَدْ شَفَتْ أُمَّيَ الصَّبِيِّ عَنِ الْطِفْلِ
وَالْقَثِ بِكَفِيْهَا الْفَتَى لِإِسْتَكَانِهِ
مِنَ الْجُوعِ ضُغْفًا لَا يَمُرُّ وَلَا يُخْلِي
وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا

مفہوم :-

(یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے دو دولت پر شدت تخط کی اسی حالت میں حاضر آئے ہیں کہ اپنے والدین کی چیتی کنواری لڑکیوں کے سینے کام کا ج کرتے کرتے شق ہو گئے اور ان کے چھاتیوں سے خون بہہ نکلا، ماں میں اپنے پیارے بچوں کو بھول گئی ہیں، قوی ہیکل جواں مردوں کا بھوک کی نقاہت سے یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر کوئی لڑکی ان کو دونوں ہاتھ سے دھکا دیدے تو وہ عاجز انہ زمین پر گرد پڑتے ہیں اور نقاہت کا یہ عالم ہے کہ ان کے منہ سے اچھا بر الفظ بھی نہیں نکلتا، یا رسول ﷺ ہم غربیوں مصیبت کے ماروں کا آپ کے سوا کون ہے جس کے پاس ہم بھاگ کر پناہ کے لئے جائیں، ج تو یہ ہے کہ حقوق

کے لئے جائے پناہ ہی کہاں ہے رسولوں کی بارگاہ عالیٰ کے علاوہ)

یہ اشعار سن کر غربیوں کے ماوی و مجا، رحمت عالم ﷺ نے منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے اور ابھی دعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ دیکھتے ہی افراد امنڈ کر آئے اور اس قدر بر سے کہ مدینہ منورہ جل تحل ہو گیا لوگ پھر دوڑے دیکھتے بادل امنڈ کر آئے کہ فریاد یا رسول اللہ فرد یا! ہمارے مکان و اناشہ ڈوب رہا ہے، موئی ہلاک ہو رہے ہیں یہ سن کر بادلوں سے ارشاد فرمایا ہمارے گرد برس ہم پرنہ برس، مدینہ منورہ کی فضا صاف ہو گئی ار د گرد بادل برستے رہے یہ دیکھ کر سید عالم ﷺ متجم ہوئے اور فرمایا کہ ”کوئی ہے جوابی طالب کے نعتیہ اشعار مجھے سنائے“، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ابو طالب کی طویل نعت کے یہ اشعار سنائے:

ثِمَالُ الْيَتَمِّي عِصْمَةً لِلْلَّارَاءِ مِلْ

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْفَعَامُ بِوَجْهِهِ

فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلٍ

تَلُوذُ بِهِ الْهَلَّاكُ مِنْ أَلِ هَاشِمٍ

مفہوم:

(وہ حسین کو رے رنگ دالے کہ جن کے چہرہ مبارک کے صدقے میں پانی مانگا جاتا ہے، تیمور کی جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان، نبی ہاشم (جیسے غیور لوگ) مصیبت کے وقت ان کے جائے پناہ میں آتے ہیں، ان کے پاس ان کے دامن کرم میں ان کی نعمتوں اور فضل کے سائے میں زندگی برکرتے ہیں)۔^(۷)

امام شہاب الدین احمد بن حجر ابیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "العمدة الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" میں سید عالم علیہ السلام کے میلاد مبارک کے حوالے سے خلفاء راشدین صاحبہ کرام اور دیگر سلف صالحین کے نعتیہ اقوال و اشعار نقل کئے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت گوئی و نعت خوانی کا ذکر کتب احادیث میں تو اتر کے ساتھ ملتا ہے۔ بخاری و مسلم میں بھی ان کے متعلق یہ خبر ملتی ہے کہ خرس و کائنات علیہ السلام ساتھ ملتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نعت ساعت فرمانے کا بہ نفس نفیس اہتمام فرماتے تھے، مسجد نبوی شریف میں ان کے لئے منبر رکھواتے اس پر اپنی ردائے مبارک بچھاتے پھر ان کو حکم فرماتے کے اے حسان تم اللہ اور اس کے رسول کے گتا خوں اور دشمنوں کی ہرزہ سرائی کے جواب میں میری مدحت سراہی کے اشعار پڑھو۔ پھر ان کو اعزاز و احترام کے ساتھ اس منبر پر کھڑا کرواتے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لحن داؤدی کے ساتھ خوب جھوم جھوم کر پڑھتے:

وَاجْعَلْ مِنْكَ لَمْ تَرْ قَطُّ عَيْنِي

خُلِقْتُ مُبَرِّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

وَأَكْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدَا النِّسَاءَ

كَانَكَ قدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءَ

(یعنی: اے حسن و جمال کے ماہتاب و آفتاب آپ سے بڑھ کر حسین و جیل میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے بڑا صاحب جلال و کمال دنیا جہان کی عورتوں کی آغوش

میں پیدا ہی نہیں ہوا، آپ ہر عیب سے اس طرح پاک و صاف پیدا ہوئے گویا آپ کی تخلیق
آپ ہی کی مرضی کی مطابق ہوئی)

سید عالم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زبان سے اپنی نعمت سن سن کر
خوش ہوتے اور خوشی سے ججومنتے اور پھر ان الفاظ میں ان کو دعا دیتے ”اللَّهُمَّ أَيَّدْهُ بِرُوحِ
الْقُدْسِ“، اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ تور وح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) سے ان کو
تقویت پہنچا اور ان کی مد فرما (اور ان کی زبان و قلم کی قوت عطا فرما)

یہ اسی دعا کا اثر تھا کہ جس نے ان کو ”شاعر در بار رسالت پناہی“ کے منصب پر
فائز کیا اور ان کے الفاظ کو زبان و ادب کا وہ حسن عطا کیا کہ جس پر عربی ادب و نعمت کا
جمال آج تک شرمندہ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ عالی میں ان کی ایک نعمت کا
ایمانیات سے بھر پوری یہ شعر کس قدر صداقت پر منی ہے:

لِكِنْ مَدْحُثُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي
مَا إِنْ مَدْحُثُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي
أَعْجَمُ هُمْ نَعْتَ لَكُمْ يَا أَبْرُوْتَهُتْ ہیں تو ہم آقا و مولی ﷺ کے فضائل و کمالات میں کوئی
اضافہ نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی مدحت سرائی کا حق ادا کر سکتے ہیں البتہ آپ کی مدحت
سرائی کی بناء پر ہمارے کلام کا حسن دو بالا ہوتا ہے اور ہمارے اشعار معتبر و مستند بنتے ہیں)
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اس دور میں عبد اللہ بن
رواحہ کعب بن مالک، کعب ابن زہیر، حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت سعد بن ابی
وقاص، حضرت علی ابن ابی طالب، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ہم جیسے عظیم المرتب
”السابقون الاولون“، شعر اپنی متاع عقیدت سرکار رسالت پناہی ﷺ کے حضور
لٹاتے نظر آتے ہیں۔ (۸)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور عالم قصیدہ ”بانت سعاد“ تو
عربی ادب کا شاہ کار سمجھا جاتا ہے، جس نے بارگاہ رسالت کے گتاخ اور واجب القتل

"کعب" کو حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کر دیا۔ ان کے بعد عربی و فارسی سر آمد شرعاً کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ طوالت کے پیش نظر صرف چند کے اسماء گرامی کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ خاندان نبوت کے شاہزادے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مشہور نعت کا مطلع یہ ہے:

إِنْ نِلْكَ يَا رُوحَ الصَّبَائِيْوْمَا إِلَى أَرْضِ الْحَرَمَ
بَلَّغْ سَلَامِيْ رَوْضَةً فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمُ

(اے بادشاہ اگر تیرا گز رسرز میں حرم تک ہو تو میرا سلام اس روپہ اقدس کو پہنچا دے جس میں نبی محترم سید عالم ﷺ تشریف فرمائیں)

امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کا نعتیہ قصیدہ "قصیدۃ نعماۃ" کے عنوان سے تمام عالم میں معروف و مشہور ہے اور اس کو جو قبولیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے علاوہ شیخ الاکبر محمد ابن عربی، شیخ جمال الدین صحری، امام شرف الدین بوصیری، شہاب الدین محمود حلی، عارف رومی، علامہ جامی، قدسی، شوقي، عرفی نظیری، حافظ شیرازی، سعدی شیرازی جیسے شہرہ آفاق شعراء (رحمہم اللہ علیہم) اپنے تمام شعری سرماۓ کے ساتھ بارگاہ نبوی میں خمیدہ سرندرانہ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

مداح رسول اللہ ﷺ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ شریف اور اس کے محاسن شعری پر آج بھی عربی لغات و ادب کو ناز ہے۔ دردو کرب، اضطراب و بے چینی، عشق و محبت، فصاحت و بلاغت، جمع و براعت اور حسن بیان کے اعتبار سے یہ قصیدہ اپنی مثال آپ ہے۔ بارگاہ رسالت پناہی علیہ التحیۃ والثاء میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں کوئی ایسا اسلامی ملک نہیں ہے جہاں صاحب ارشاد و طریقت بطور وظیفہ اس کا وردہ کرتے ہوں اور کوئی ایسی محفوظ نعت یا محفوظ مولود النبی ﷺ نہیں ہے جس میں بطور تمثیل اس کے چند اشعار نہ

پڑھے جاتے ہوں خواہ وہاں کے رہنے والے کوئی سی زبان بولتے ہوں۔ یہاری سے شغا اور ابتنا، و مصیبت کے رفع کے لئے بھی اس کے اشعار کا اور دل جرب ہے۔ خاص طور سے یہ اشعار:

مَوْلَا يَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرِزُّ جَاسِفَاعَتَهُ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِنْ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمٌ
كَمْ أَبْرَأَكَ وَصِبَّاً بِالْفُسْرِ رَاحَتَهُ
يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلْوَذَ بِهِ
وَأَطْلَقْتَ أَرِبَّاً مِنْ رَبْقَةِ اللَّمَّ
سِوَاكَ عِنْدَخُلُولِ الْخَادِثِ الْعَقَمِ
يَا لَكَمْ أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلْوَذَ بِهِ
بِلَا شَبَهٍ يَسِّرْ عَشْقَ مَصْطَفِيِ اللَّهِ كَافِيَانٌ ہے کہ جس نے قصیدہ برده کو قبول عام
اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو شہرت دوام عطا کی قصیدے کی مقبولیت کا اندازہ اس بات
سے بھی لگا یا جاسکتا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ شرحیں اسی قصیدے کی لکھی گئی

ہیں:

ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُوتَيْهِ مَنْ يَشَاءُ۔ (۱۹)

حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے ان نعمتیہ اشعار کی دربار رسالت میں مقبولیت کا اندازہ لگائیے کہ آج دنیا کے جن گوشوں میں مسلمان آباد ہیں وہاں یہ اشعار

زبان زد عام ہیں:

كَشَفَ الْأَجْنَى بِجَمَالِهِ
بَلَغَ الْغُلْبِ بِكَمَالِهِ
صَلَوَ عَلَيْهِ وَآلِهِ
خَسْنَتْ جَمِيعُ خَصَالِهِ
غالباً شاہ فیصل کے عہد تک یہ چاروں مصروع مسجد نبوی کے ترکوں والے صحابہ
کے ستونوں کے اوپر لکھے ہوئے تھے نہ معلوم کس بناء پر رنگ روغن اور توسع مسجد کے
بہانے اب یہ اشعار مٹا دیے گئے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ کے ان چار مصروعوں کو بھی جن میں ایک مصرع فارسی کا ہے بڑا قبول عام نصیب ہوا:

يَا صَاحِبَ الْجَلَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشِيرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نُورَ الْقَمَرِ

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مالک عجم میں اسلام کے فروع کے ساتھ ساتھ ان مالک کے ادب و زبان پر بھی شعائر اسلام، قرآنی احکامات، اور صاحب قرآن ﷺ سے قلبی لگاؤ اور محبت کا بھی گہرا اثر پڑا، یہاں تک کہ ادبیات پارس کا ہر ادبی اور شاعرانہ شاہکار سرکار دو عالم ﷺ کے ذکر جمیل سے جملگا نے لگا۔ چنانچہ فارسی کے متقد میں شعراء میں حافظ، جامی، رومی، سعدی، قدسی، فردوسی، نظیری، عرفی، ظہوری وغیرہ کے نام جلی حروف میں ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت سید شیخ عبدال قادری جیلانی، حضرت خواجہ معین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کے بھی فارسی زبان میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔

محبوب کردگار کی بارگاہ اقدس میں حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا شعری نذرانہ عقیدت ان کے عشق اور حسن عقیدت کی بلند یوں کا آئینہ دار ہے اور ان کا یہ شعر مدد احان سید عالم ﷺ کی زبان پر آج بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی مدحت سرائی کا عنوان ہے:

هزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنو ز نام تو گفتہ کمال بے ادبی است

مولانا جامی اپنی ایک اور نعت میں آرزوں کی کمی خوبصورت بارات سجائے

دکھائی دیتے ہیں:

آرزوئے جنت الماوی بروں کردن زدل
جنتم ایں بس کہ برخاک درت ماوی کنم
مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ان ہی جذبات کو اردو میں یوں منتقل کیا

ہے:

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تھارا چھوڑ کر
اسی طرح قدسی علیہ الرحمۃ کی مشہور نعت کا یہ مطلع ہر عاشق رسول کی دل کی دھڑ

کن ہے:

مرجا سیدی کمی مدنی العربي
دل و جان باز فدایت چے عجب خوش لقی
بر صغیر پاک و ہند میں نعتیہ شاعری کا باقاعدہ نشان سلطان شہاب الدین التمش
کے دور سے ملتا ہے۔ اس کے بعد کے دور میں حضرت امیر خرو نے نعتیہ شاعری کو فروع
بنخشا۔ ان کی ایک نعت کا یہ مطلع آج بھی زبانِ زد خاص و عام ہے اور محبوب کرو گار، نبی
التحار علیہ السلام کے جاہ و جلال اور حسن و جمال کے بیان کا کیا خوبصورت پیرا یہ ہے، ملاحظہ

فرمائے:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، یہ بیضارداری
انچہ خوباں ہمہ دار ند، تو تنہا داری
مطلع ثانی میں بھی جانِ جانِ جہاں کے حسنِ روئے جہاں تاب، شامل و فضائل
اور اخلاق و خصال کی خوبصورت تصویر کشی کی گئی ہے:

شیوهِ شکل، شامل حرکات و سکنات
 خطے بزر و لب لعل و رخ زیباداری
 ان کی ایک نعت برگ غزل آج بھی کیف و سرستی کا موجب ہے، اس کا مقطع
 ملاحظہ ہوں:

خدا خود میر مجلس بودا ندر لامکاں خرو
 محمد علیہ السلام شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم
 اردو شاعری کی ابتداء بھی امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے عہد سے ہی ہو چکی تھی، اگر
 چہ رفتار آج کے مقابلے میں ست تھی اور آج تو اردو شعروادب نے اپنے دامن میں اتنے
 در شہسوار اکھٹے کر لیئے ہیں کہ جس پر دوسری زبانوں کو رٹک ہے۔ لیکن یہ امر قابل افسوس
 ہے کہ اس کے باوجود اردو شعروادب میں مجازی شاعری کے مقابلہ میں حمد و نعت کا سرمایہ
 نہ ہونے کے برابر ہے۔ قطب علی شاہ، ولی دکنی، میر تقی میر غالب، ذوق، سودا، داغ،
 مومن، آتش، ناخ، انیس، دیر، اصغر، جگر، حرست، جوش، غرض دستان دلی و لکھنؤ کے وہ
 تمام قابل ذکر شعراء جنہیں امام الادب، رئیس الحضر لین، استاد الشعرا، جیسے عظیم خطابات
 سے نواز اگیا اور جن کے کلام بلا غلت نظام کو اردوئے معلمی کا شاہکار اور اردو شعروادب کی
 آبرو قرار دیا گیا، حیرت و افسوس ہے کہ ان کے دو اوین نعت مقدس کے بہترین سرمائے
 سے بہت دور تک خالی ہیں۔ البتہ روایتاً ان ناخدایان سخن کے یہاں دیوان کے زیب و
 زینت کے لئے تبر کا ایک آدھ حمد اور چند ایک نعتیں ضرور ملتی ہیں۔ معروف محقق اور ماہر
 رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اردو شاعری کی اس مغلی کی طرف اشارہ
 کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”اردو شعرا، نے حمد و نعت میں بہت کم کہا ہے تقریباً نہ کہنے کے
 برابر۔ حمد و نعت کا ایک شعر تبر کا کہا جاتا تھا اور اگر اس لوگوں

نہ سمجھا جائے تو پھر وہ کسی کتنی میں نہیں،“ - (۱۰)

اردو شاعری بلکہ شعر و ادب میں اسد اللہ خاں غالب کا جو مقام مرتبہ ہے اس سے کون واقف نہیں لیکن ان کے مجموعہ کلام میں صرف ایک ہی نعت متین ہے جس کا مقطع بہت

مشہور ہوا:

غالب شانے خواجہ بہ زدائ گذاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
امیر مینائی (م ۱۹۰۵ء) اور محسن کا کوروی (م ۱۹۰۵ء) نے اردو میں نعت گوئی
کو فروغ دیا اور اس صنف کو فنی زینت بخشی - حضرت امیر مینائی کا ایک معراج نامہ بغوان
”ليلۃ القدر“ اردو ادب میں بہت مشہور ہوا۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

”انیسویں صدی عسویں کے وسط سے لیکر آج تک اردو شعرا نے
نعت کے موضوع سے جس گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور جس شغف
کے ساتھ اپنے کلام میں حب رسول کو جگہ دی ہے، اسے اول اول
شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں محسن کا کوروی اور امیر مینائی ہی کا

ہاتھ رہا ہے،“ (۱۱)

محسن کا کوروی کا شمار بلاشبہ اردو کے بڑے نعت گوشراوی میں ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا سرمایہ ہی نعمت ہیں ان کی کلیات میں سوائے ایک مدحیہ قصیدے کے (جونواب داجد علی شاہ کے لئے کہا گیا) نعمتوں کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں۔ ”وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نعت گوئی کو سنجیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا اور اس بلند سطح تک لے گئے جس سے آگے بڑھنا دوسروں کے لئے آسان نہ رہا،“ (۱۲) لیکن محسن اپنی فکر کا پورا ذرالفاظ کی تراش خراش، تشبیہات اور استعارات کی زیبائش و آرائش پر صرف

کرتے نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے بیان کا آرائشی حسن تو دو بالا ہو جاتا ہے لیکن نفس مضمون کی روح اس کے دبیز پر دوں میں روپوش ہو جاتی ہے۔ بقول مولانا عبدالسلام ندوی:

”انہوں نے جو نعتیہ قصائد اور نعتیہ مشنویاں لکھی ہیں، انکا بیشتر حصہ

ایک معتمد اور چیستان ہے نعت نہیں ہے۔“ (۱۲)

محسن کا معراج نامہ ”چهار غ کعبہ“ خوبصورت الفاظ اور نادر تشبیہات کا لہذا گزار ہے جسے انکے دست فلکرنے بڑی کاوش سے سجا یا ہے اور ان کے تخیل کی رنگینیوں نے اس میں آب زربکھیر دیا ہے، لیکن ان کی فلکر کی ذرا سی بے احتیاطی کی وجہ سے ان کے معراج نامہ میں ایک ایسا معنوی نقش پیدا ہو گیا ہے کہ جس نے ان کو ایک نعت گو کے بلند منصب سے گرا دیا (۱۳)۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی صاحب نے اپنی پی-ائچ-ڈی کی تھیس ”نعتیہ روایت کا عروج و ارتقاء اور مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری“ کے باب ”نعت گوئی کافن (الف) احتیاط“ کے تحت امیر مینائی، محسن کا کوروی علامہ اقبال جسے عظیم نعت گو شعراء کے بعض ایسے اشعار پیش کئے ہیں جن میں حزم و احتیاط کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شان الوہیت مجرور ہوئی ہے مثلاً محسن کے یہ اشعار:

عینیت غیر رب کو رب سے غیریت عین کو عرب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا سایہ کیا میم تک جدا تھا

امیر مینائی کے مندرجہ ذیل اشعار:

ظاہر ہے کہ لفظ احمد احمد بے میم
بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار

قرآن ہے خورشید تو نجم اور صحیفے
الله گھر اور صدف احمد مختار
اسی طرح علامہ اقبال کی ایک نعت کا یہ مطلع: (۱۵)

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پرده میم کو اٹھا کر
وہ بزم بُرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر
محسن کے بعد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۲۱ء) نے اردو کی نعتیہ
شاعری میں چار چاند لگادیئے۔ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی - ارشاد المکرزم
۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بریلوی میں پیدا ہوئے اور
۱۳۲۰ھ/۱۸۴۸ء راکتوبر ۱۹۲۱ء میں اسی شہر میں اپنے خالق حقیقی سے جاتے۔
بلاشبہ وہ اپنے دور کے ایک جید عالم دین، تاجر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر صوفی، بنے نظیر
مفسر قرآن، عظیم محدث، سحر بیان خطیب، صاحب طرز قلم نگار، شاعر ادیب اور تصانیف
کثیرہ کے مالک تھے۔

ان کے عہد تک اردو شاعری عاشقان مجازی کے پیچ و خم میں الجھی رہی اور
محرمات شرعیہ کی ترغیب و تشویق اس کی انتہائے منزل تھی۔ امام احمد رضا کا احسان یہ ہے
کہ ”شعر و شاعری کی اس مکدر فضاء کو خواجہ میر درد نے مصافی و مزکی کیا اور عشق و محبت کے
چچے جذبات سے اردو شاعری کو روشناس کیا اور یہ پیش گوئی فرمائی:

پھولے گا اس زبان میں گلزار معرفت
یاں میں زمین شعر میں یہ تھم بوگیا
مولانا احمد رضا خاں اس گلزار معرفت کے لئے نیم سحری بن کر آئے اگر وہ نہ
آتے تو گلشن پر بہانہ آتی۔

خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بہت کم کہا ہے لیکن جو

کچھ کہا ہے انتخاب کہا ہے مگر اس انتخاب کا تعلق زیادہ تر غزلیات سے ہے اور غزلیات میں انتخاب کا کہنا کچھ اتنا زیادہ مشکل نہیں جتنا نعمتوں میں انتخاب کہنا۔ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بہت کم نعمتیں کہیں مگر نعمتیں ہی کہیں اور جتنی بھی کہیں انتخاب کہیں، (۱۶)۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی اپنے پی-ائچ-ڈی کے مقالے میں امام احمد رضا بریلوی کی ادبی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت ہی اہم اور وسیع ہے۔ وہ مختلف اصناف ادب کے صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر، ادیب، شارونقاد تھے۔ جب ہم ان کی تصنیفات و تالیفات اور ترجم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ادب سے متعلق متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو، ہندی، وغیرہ میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے ساتھ نظر آتی ہیں، جو دوسرے ادیبوں کے ادبی سرمایہ پر فوقیت رکھتی ہیں۔ اگر حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے اور ادب تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے،“ (۱۷-الف)

علامہ سید آل رسول حسین میاں نقی مارھروی فرماتے ہیں کہ:

”اعلیٰ حضرت نے شاعری کی سب سے مشکل صنف یعنی نعت کو مشق خن کیلئے منتخب کیا۔ انگریزی ادب میں لارڈ ٹیننسیس، فارسی میں سعدی شیرازی اور اردو میں جوش کے ذخیرہ الفاظ کی بڑی دھوم ہے۔ ذرا حدائق بخش کے اور اراق اللہی زبان و بیان کا ایک سمندر

ٹھانچیں مار رہا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جس رنگ و آہنگ کو
پیش کیا کے وہ دوسروں کے نصیب میں اس لئے نہیں کہ دوسرے یا تو
معشوق کی زلفوں کے خم میں پھنسے رہ گئے یا غلو و مبالغہ کے دلدل
میں۔ اعلیٰ حضرت نے جو کچھ لکھا تقرآن مقدس اور حدیث حمید کی
روشنی میں لکھا:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
یجاءے ہے الملة اللہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سکھی
یعنی رہے، احکام شریعت محفوظ،

(۱۷-ب)

امام احمد رضا کے تبحر علمی اور وسعت فکری کے سامنے شعر گوئی کوئی حشیت نہیں
رکھتی، لیکن آپ نے شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ اپنے اظہار مسلک کا ذریعہ بنایا اور
اپنے کلام بлагت نظام سے اردو شاعری کے دامن میں صالح شعرو ادب کے وہ موتی
بکھیرے جس کی مثال پوری دنیاۓ شاعری میں بہت کم ملے گی، ان کی نعت کا یہ مقطع تعلی
نہیں بلکہ حقیقت کا بیان ہے:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ حمدی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم
حقیقت یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کی شاعری جس والہانہ کیفیت سے معمور
ہے وہ سید عالم ﷺ کے ذات اقدس سے ان کے عشق صادق کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

ان کا کلام ”عشق رسول“ اور عظمت رسول ﷺ کے اظہار کے گھبائے رنگاں سے معمور اور مزین ہے، اس میں ایسے بہت سے اشعار ہیں کہ عصر حاضر میں عام قاری کا ذہن اس کی بلندی تک نہیں پہنچتا۔ (۱۸)

انہوں نے اپنا سب کچھ کھو کر بھی عشق کی آبرو کو سلامت رکھا اور عالم کیف و مسی میں جھوم جھوم کر یہ نعرہ متانہ بلند کرتے رہے:

اے عشق تے صدقہ ، جلنے سے چھٹے سے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
معروف دانشور ادیب، محقق اور ماہر تعلیم ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے ”عشق رسول“، ﷺ کو امام احمد رضا کی شاعری کا جذبہ حرکی قوت اور مرکزی نقطہ قرار دیا ہے۔

اپنے ایک مضمومون میں وہ یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

”ان کے شعری مجموعے ”حدائق بخشش“ کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ذات عشق مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی۔ آپ کی (نعتیہ) نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشق رسول ﷺ ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نعت گوشرااء میں کوئی شاعر علم و فضل ارزہ و تقویٰ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہم پلہ نہیں“ (۱۸ب)

آپ کے اردو و فارسی کلام کا مجموعہ ”حدائق بخشش“ کے نام سے موسم ہے، اس کے دو حصہ شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ ان کے وصال کے بعد حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے ان کا جو کلام شائع ہوا ہے وہ دراصل ”باقیات رضا“ ہے جو رضا بریلوی قدس سرہ کی صحیح اور نظر ثانی کے بغیر ان کے ایک تلمیذ التلمیذ مولانا محبوب علی خاں صاحب نے ۱۹۵۲ء میں شائع کیا۔ لیکن ان کے فارسی اور عربی کلام کا کوئی باقاعدہ مجموعہ شائع نہ

ہو سکا۔ البتہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے "ارمغان رضا" کے نام سے آپ کی منتخب فارسی نعمتوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جو "المختار پبلی کیشنز کراچی" نے ۱۹۹۲ء میں شائع کیا جس میں ۱۲ منتخب نعمتیں اور ایک مشنوی ہے، لیکن ابھی بہت سا فارسی کلام منتشر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف "ارمغان رضا" کے "ابتدائیہ" میں تحریر کرتے ہیں:

"او در نعت هائی عربی، فارسی، اردو و هندی شعر گوئی گفتہ، لاریب کلام او امام کلام است، از بیسا خنگی در دوسوز مملوا ز تکلف و آ درود خالی، دلہار امی کشد و اہلکھار امی ریزد و از محاسن ظاهری و معنوی آ راست و پیراست، افسوس جی از نعت هائی موصوف پیش کردہ می آیدا
دلہائی عاشقان را مسرور ساز دوزندہ دارد۔
ز حفت ۳ بہار تازہ گل کرد
رضایت را غزل خوان آفریدند (۱۹)

آپ کا عربی کلام بھی اب تک منتشر رہا ہے لیکن حال ہی جامعہ ازہر قاهرہ، مصر کے محقق استاذ دکتور سید حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ نے رضا بریلوی کے عربی کلام کو عنوان "باتمن الغزان" مرتب کیا جو ۱۹۹۱ء رضا اکینڈی (لاہور) اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنسیپل (کراچی) کے تعاون سے لاہور سے شائع ہوا، موصوف نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایک بسيط مقالہ بھی تحریر کیا جو عربی دیوان میں مقدمہ کے طور سے شامل ہے۔ ان کے علاوہ مولانا ممتاز احمد سدیدی ابن علامہ مولانا محمد عبدالحکیم مشرف قادری صاحب نے جامعہ ازہر سے ۱۹۹۹ء حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کی عربی شاعری پر "الشیخ احمد رضا خاں البریلوی الحندی، شاعر اعربیا" کے عنوان سے ام-فل کا مقالہ پر قلم کیا۔ جو جلد کتابی صورت میں شائع ہونے والا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد الحق قریشی حضرت رضا قدس سرہ کی عربی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”وہ علم کا ایک بھرپور خارج تھے، کہ جس جانب بھی ابل پڑتا سیراب کر دیتا، ان کی دلچسپیاں متعدد اور ہمہ میکر تھیں، اردو، فارسی، عربی، هندی پر دسترس تھی مگر عربی زبان سے ایک گونہ شغف تھا، --- ان کے ہاں شعری حکایت کا تصور نہیں ہے، جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ ان کے دل کی پکار ہوتا ہے۔ ان کا رجحان خود پر دگی اور جان دادگی کا غماز ہے۔ بے ساختہ پکار ان کی شاعری کا امتیازی وصف ہے اس لئے وہ پناہ طلبی کے لئے پکارتے ہیں:

رسول الله انت بعثت فینا
کریما رحمة حصناً حصينا
تخوفنی العدی کیداً متینا
اجرنی یا امان انى تغنينا^(۲۰)

افسوس اور حیرت ہے کہ جناب ادیب رائے پوری صاحب نے اپنی تصنیف ”مشکوٰۃ النعت“ میں جو پہلی صدی ہجری سے لیکر دور جدید تک کہ عربی نعت گوشراؤں کے ذکرے پر مشتمل ہے، امام احمد رضا کا ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ وہ امام احمد رضا کے بڑے مذاہ ہیں اور کتاب مذکور اور دیگر تصانیف میں انہوں نے رضا بریلوی کے نعتیہ اردو اشعار جا بجا نقل کئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

”اندازہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا اردو، فارسی اور عربی کلام جمع کیا جائے تو چار جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں، یہ ایک اہم اور صبر آزم کام ہے“^(۲۱)

غرضیکہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا نعتیہ کلام جس کے مجموعہ کا نام انہوں نے

"مدائق بخش" رکھا و اتنی اس میں بخش کے ایسے ہاغات ہیں جس کے پھولوں سے علم و ادب، حقیقت و معرفت اور عشق حقیقی کی جانفزا مہک ہمارے ایمان و عقیدے کو تائیقیات مطرکرتی رہے گی۔ "مدائق بخش" کا ایک ایک شعر پڑھتے جائیے لفظ لفظ سے عشق و محبت کا پھوٹا ہوا ایک آبشار نظر آئے گا:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
 دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں دو جہاں نہیں
 رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کا لطف و کیف کچھ وہ ہی لوگ جانتے ہیں جو حج کی سعادت کے حصول کے بعد زندگی میں پہلی بار زیارت روضہ رسول ﷺ کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
 کعبہ تو دیکھے چکے کعبہ کا بھی کعبہ دیکھو
 "کعبہ کا بھی کعبہ" کی اصطلاح اپنے اندر کتنی معنویت رکھتی اس کا کچھ اندازہ
 اہل علم و عرفان ہی لگاسکتے ہیں۔

نعتیہ شاعری میں باعتبار فن اور صنف غزل و سلام میں باعتبار ساخت اور بیت کے رضا بریلوی نے متعدد جدت طرازیاں کی ہیں جن کو اگر "اولیات رضا" کہا جائے تو قطعاً بے جانہ ہو گا۔ (۲۲)

اس ہمیں میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے چار زبانوں یعنی عربی، فارسی، اردو ہندی بھاشا میں نعت کی ہے۔ اس سے قبل تاریخ شعر گوئی میں دوزبانوں سے زیادہ شاید ہی کسی نے غزل کی ہو۔ فارسی کے غزل گو شعراء میں حضرت مولانا جامی اور حافظ شیرازی ایسے نامور شعراء ملتے ہیں جنہوں نے دوزبانوں یعنی فارسی اور عربی کے امتزاج سے غزلیں اور نعتیں لکھی ہیں۔ یہ اعزاز حضرت امیر خروہ کو

حاصل ہے کہ انہوں نے فارسی، اردو اور هندی، تین زبانوں میں اشعار کہے ہیں مثلاً یہ
غزل جس کا پہلے شعر یوں ہے:

زحال مکیں مکن تغافل درائے نیتاں ، بنائے بتیاں
کہ تاب ہجرات ندارم اے جاں نہ یہو کا ہے ، لگائے چھتیاں
لیکن چار زبانوں میں نعت لکھنے کا شرف صرف امام احمد رضا کوی حاصل ہے۔
چنانچہ ان کی مشہور اور زبان زد عام نعت جس کا پہلا شعر ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس
دعویٰ پر شاحد عادل ہے:

لِمْ يَاتِ نَظِيرٍ كَفِي نَظِيرٌ مُشْ تُو نَهْ شَدْ پَيْدا جَانَا
بَجْ رَاجِ كُو تَاجَ تُورَے سَرْسُو ہے تَجْحِكُو شَهْ دَوْسَرَا جَانَا
قطْعُ نَظَرَاسِ کَ کَيْ چَازَ بَانُوں لِيْعَنِي عَرَبِيٌّ، فَارِسِيٌّ، اردو اور هندی میں کہی گئی
ہے، اس میں کہیں بھی آور نہیں ہے بلکہ آمدی آمد ہے۔ بحر ترمیم ہے، انداز بیان میں وہی
والہانہ کیف ہے۔ بند شیں اسی طرح چست ہیں اور مضمون آفرینی بحد کمال موجود
ہے۔ (۲۳)

امام احمد رضا کے کلام کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کو صرف عربی،
فارسی اردو اور هندی زبانوں پر ہی عبور نہیں حاصل تھا بلکہ وہ انگریزی زبان سے بھی خاصی
واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے گتاخان رسول ﷺ کی ہجوں میں جو اشعار لکھے ہیں
ان میں وہ بے تکلف انگریزی الفاظ و تراکیب استعمال کرتے ہیں۔

معروف مصنف و محقق اور اردو، فارسی و عربی زبان و لغات کے استاذ، علامہ
عبدالحکیم شرف قادری، رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر اپنے تاثرات کا اظہار یوں فرماتے
ہیں:

”ان کے ہاں آمد ہے، سوز و گداز ہے، شوکت الفاظ اور شکوه بیان

ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصنافِ خن میں سے محبوب کریا
علیہ التحیہ والثاء کی نعت اور اولیائے کرام کی منقبت کو اپنا لیا اور اس
میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح بجا لایا کہ باید و شاید۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ پاک
و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے
پڑھا اور سنانا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا
طالعہ کر کے بیساختمانہ داد و تحییں پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ (۲۳)

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہوا کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری نے چمنستان
اردو کو الفاظ اور زبان اور محاورات و استعارات کے خوبصورت پھولوں سے سجا لیا ہے۔
ان کے مجموعہ کلام میں محاورات کا استعمال بڑی تعداد میں ملتا ہے وہ ان محاوروں کا استعمال
اس قدر فن کارانہ چاہکدستی کے ساتھ کرتے ہیں کہ سامع اور قاری پھر ک اٹھتا ہے اور
بے اختیار اس کی زبان سے بجان اللہ نکلتا ہے۔ بعض جگہ وہ محاوروں کو اس قدر بمحمل اور
استادانہ قادر الکلامی کے ساتھ لائے ہیں کہ محاورہ بھی اپنے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے
اور اس کی لفظیات کے حقیقی معنی بھی مراد ہو رہے ہیں۔ اردو زبان و لغت کے معرف محقق
ڈاکٹر صابر بنیصلی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی نے ”حدائق بخشش“ میں جتنے بھی
محاورے اور ضرب الامثال استعمال کئے ہیں ان میں غور طلب بات یہ ہے کہ کہیں بھی
کوئی محاورہ برائے محاورہ نظم نہیں ہوا ہے، کبھی محاورے شعر کی زبان کا حصہ معلوم ہوتے
ہیں۔ یہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی قدرت زبان پر دال ہے، (۲۵)

مثلاً چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) محاورات

ہوا بگزنا: (زمانہ کا نام موافق ہونا، اعتبار اٹھ جانا وغیرہ)

خدارا ناخدا آدمی سے سہارا

ہوا بگزی بمنور حائل ہے یا غوث

ہوا بتانا: (بہلا وادیا)

نام مدینہ لے لیا چلنے لگی نیم خلد
سو زش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں
نظر دوں پہ چڑھنا: (خوبصورتی کے باعث نظر کو بھانا، عزت و وقار دینا)

تیرے قدموں میں جو ہیں ، غیر کا منہ کیا دیکھیں

کون نظر دوں پہ چڑھے دیکھ کے تکوا تیرا

نمک چھڑکنا: (ستانا جلانا)

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے

اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامسہ تیرا

(۲) ضرب الامثال:

جان ہے تو جہاں ہے: (زمدگی ہے تو سب کچھ ہے)

وہ جو نہ تھے کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے

چشم بدور: (خدا نظر بد اور حسد سے بچائے)

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ

چشم بدور ہو، کیا شان ہے ، رتبہ کیا ہے

منہ چاہیے: (ہمت و حوصلے کا ہوتا)

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (۲۶)

یہ موضوع خود ایک علیحدہ مقالہ کا مقتضی ہے۔ جناب ڈاکٹر صابر سنجھی نے حدائق بخشش اول و دوم سے تقریباً ڈیڑھ سو منجع محاورات اور ضرب الامثال کو اپنے مقالہ "حدائق بخشش میں محاوروں کا استعمال" میں جمع کیا ہے جبکہ حدائق بخشش حصہ سوم، اور امام احمد رضا کے دیگر متفرق اردو، فارسی اور عربی کلام کا معتمد بہ حصہ ابھی باقی ہے۔ پھر امام صاحب کے نثری شہہ پارے علیحدہ ہیں۔ کوئی فاضل محقق اگر متوجہ ہوں تو اردو محاورات اور ضرب الامثال کی ایک ضخیم ٹکست بک تیار ہو سکتی ہے جو اردو لغت و ادب کے طالب علم کے لئے ایک ریفرنس بک کی حیثیت سے کم نہیں ہو گی۔

امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ لیتے ہوئے حضرت علامہ شمس بریلوی مرحوم مغفور نے ان کی شاعری کی خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس کے واضح مثالیں پیش کی ہیں مثلاً:

-۱ ان کی تحریر علمی کا اثر ان کی شاعری پر۔

-۲ زبان کی لطافت و پاکیزگی۔

-۳ طرز ادا کی رنگینی و ندرت بیان۔

-۴ مضمون آفرینی، فصاحت و بلاغت۔

-۵ شکوه الفاظ اور بندشوں کی چستی۔

-۶ تثییہ واستعارات کا بر ملا استعمال۔

-۷ کنائے اور مجاز مرسل کے قرینے۔

-۸ صنعت لفظی و معنوی کا خوبصورت اور فکارانہ انداز میں استعمال۔

-۹ نعتیہ شاعری میں ان کی انفرادیت اور اوقایات وغیرہ وغیرہ۔ (۲۷)

اعلیٰ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کو دیگر علوم و فنون کی طرح علم عروض اور صنائع
بدائع پر بھی استاذانہ مہارت حاصل تھی بلکہ ان فنون پر ان کی تحقیقی تصنیفات کا بھی ذکر ملتے
ہے۔ (۲۸)

صنائع بدائع کے بارے میں قول مشہور ہے کہ ”شاعری اور علم بیان بدیع کا چولی
دامن کا ساتھ ہے اور شاعری کی تخلیق کے لئے بہترین کسوٹی“۔ انہیں لوازمات پر شاعری
کی تخلیق کو اہل نقد و نظر پر کھتے ہیں اور اس کے بعد اس کے محاسن و معایب کی نشاندھی کرتے
ہیں کہ شاعر فن شاعری اور علوم شاعری پر کس قدر مہارت و دستگاہ رکھتا ہے، علم عروض پر اس
کی گرفت کتنی مضبوط ہے، حروف ردی، تشبیہ استعارہ کنایہ اور مجاز مرسل (وغیرہ) سے کلام
کس حد تک مرصع ہے (۲۹)۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے صرف تین مثالیں پیش کر رہے ہیں جس سے اس فن پر امام احمد رضا کی دستگاہ کا اندازہ ہوتا ہے:

(۱) فرش والے تری شوکت کا علوکیا جانیں
خردا عرش پر اڑتا ہے پھریا تیرا
(صنعت تضاد)

(۲) وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقش جہاں نہیں
یہی چھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
(کنایہ واستعارہ)

(۳) حسن یوسف پر کشیں۔ مصر میں انگشت زناں
سر کھاتے ہیں ترے نام پر مردان عرب
(صنعت تتمیح)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعمت گوئی محض رسمی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی
تفسیر و ترجمان ہے۔ اکثر مقامات پر آپ نے قرآن و حدیث کے حوالے اشارہ دیئے

ہیں بعض جگہوں پر بعینہ قرآن و حدیث کے الفاظ استعمال کئے جیں اور یہ "صنعت افتابس" کی ایک عمدہ مثال کی جا سکتی ہے:

(۱) مَنْ زَارَ تُرْبَتَى وَجَبَتْ لَهُ شِفَاعَتِى

ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے (حدیث)

(۲) وَرَ فَعْنَا لَكَ ذِكْرَكُ كا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے تیرا ، ذکر ہے اونچا تیرا

(قرآنی آیت کریمہ)

جہاں تک فن عروض و قوافی پر امام احمد رضا کی گرفت اور مہارت کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں ہندوستان کے مشہور اور معروف ادیب، شاعر اور فقاد محترم ڈاکٹر فضل الرحمن شر مصباحی صاحب کا یہ تبصرہ بڑا جامع ہے:

"کوئی بیس برس پہلے میں نے صدر الافق علیہ الرحمۃ کا ایک

مضمون پڑھا تھا جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت کو

دیگر علوم و فنون کے علاوہ عروض و قوافی میں بھی مہارت کلکی حاصل

تھی، چنانچہ میں نے "حدائق بخشش" کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور

بہت سے نکات فن کا علم مجھے حدائق کے اشعار کی بدولت ہوا۔ مولانا

ارشد القادری صاحب نے ایک ملاقات میں مجھ سے کہا کہ حیرت

ہے اعلیٰ حضرت کو شعر کہنے کا موقع کیسے مل جاتا تھا، میں نے کہا شعرو تو

چلتے پھرتے بھی کہہ لیا جاتا ہے حیرت تو یہ ہے کہ عروض و قافیہ جیسے

ذکر فن کے اصول و فرع پر حضرت امام کی اتنی گہری نظر تھی کہ ایک

صرعہ بھی اپنے قانونی دائرے سے باہر نہیں ہے،" (۳۰)

ڈاکٹر شر مصباحی صاحب حضرت رضا بریلوی کی ایک نعمت جس کا مطلع یہ ہے:

سونا جنگل رات اندھیری ، چھائی بدھی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
کا عروضی تجزیہ پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ نعت بحر متقارب اثر مقبوض مخذوف میں ہے۔ یہ وہ بحر ہے
جس میں بڑے بڑے فنا کار غوطہ کھاچے ہیں، یا س، یا گانہ چنگیزی اور
ابرار حسنی بھی اس طوفان سے نجٹھنیں سکے۔ پہلے ہم متعلقہ بحروں دزن
کی قدرے تفصیل اور اتخراج اوزان کے طریقے تحریر کرتے ہیں
تاکہ قارئین کو اس بحر کی گہرائی کا بھی اندازہ ہو اور پہنانی کا بھی،
میں سمجھتا ہوں کہ اگر امام صاحب کی ان رباعیات سے جن میں
رباعی گوئی کے فن کی حد آخ پر مہر لگادی گئی ہے غرض بصر بھی کر لیا
جائے تو تنہا یہ نعت حضرت امام کی مہارت فن کے لئے ثبوت بنن
ہے" (۲۱)

مثالاً صنعت تلمیح سے دو شعر پیش کرتا ہوں، پہلا شعر ایسا
ہے جیسے عام آدمی بھی بشرطیکہ وہ استعداد ہو سمجھ سکتا ہے اور دوسرا
شعر ایسا ہے کہ بقول علامہ مشیش بریلوی مرحوم "جن کی تصریح و تشریع
کے لئے مذہبی دیدہ و ری کی ضرورت ہے۔ یہ تلمیحات عام طور پر
دوسرے نعتیہ کلاموں میں موجود نہیں" (۲۲)

(۱) تیری مرضی پا گیا ، سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

(۲) شش جہت سمت مقابل ، شب و روز ایک ہی حال دھوم و انجم میں ہے آپ کی بینائی کی حضرت رضا بریلوی نے نعت رسول مقبول ﷺ اور منقبت صحابہ اولیاء کو اپنا موضوع خن بنایا اور ہر صنف خن مثلاً غزل، قصیدہ، رباعی مشتوی وغیرہ میں طبع آزمائی کی۔ یوں تو ان کا ہر شعر حسن صوروی و معونی کا مظہر ہے، لیکن قصائد میں انہوں نے فن شاعری کی جس کمال اور استاذانہ مہارت کا مظاہرہ کیا ہے وہ اردو کے غزل گوا ساتھ کلام کو بھی میسر نہیں۔

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش (اول، دوم اور سوم) میں بارہ قصائد ہیں جن میں ایک حصہ اول میں، تین حصہ دوم میں اور آٹھ حصہ سوم میں ہیں۔ البتہ حصہ سوم میں دو قصائد نامکمل ہیں۔ (۲۲) ان میں مشہور معروف قصائد درج ذیل ہیں:

(۱) قصيدة نوریہ (۲) قصيدة درودیہ (۳) قصيدة سلامیہ (۴) قصيدة معراجیہ لیکن ان سب میں فنی اعتبار سے سب سے زیادہ حیرت انگیز حدائق بخشش حصہ سوم کا تقریباً ۱۵۰ اشعار کا وہ نعتیہ قصیدہ ہے جس میں علم ہیئت اور نجوم کی اصطلاحات بطور صفت استعمال کی گئی ہیں اور یہ قصیدہ بقول نظیر لدھیانوی ”اردو ادب میں بے نظیر ہے“ (۲۲) علامہ مسٹر بریلوی مرحوم نے اس کے تقریباً (۸۰) اشعار کی تشریع کی ہے جو ”معارف رضا“ کراچی شمارہ چہارم (۱۹۸۳ء) شمارہ ہفت (۱۹۸۴ء) اور شمارہ ہشتم (۱۹۸۸ء) میں قطدار شائع ہوا ہے۔ حضرت علامہ مسٹر بریلوی قصیدے کے ۱۵ رویں شعر:

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو ببل جان نگہ زن
کل شرح کے بعد فرماتے ہیں کہ:

”اس شعر کے بعد حضرت رضا نے نے مدحت حاضر یعنی نعمت سرور
کو نین ملک اللہ میں (۸۸) اشعار کئے ہیں اور علم ہیئت کی اصطلاح
کے بیان کا جواالتزام مطلع میں رکھا ہے وہ آخر تک ترک نہیں فرمایا۔
نعمت میں اس التزام کے ساتھ قصیدہ پیش کرنا حقیقت میں فکر رضا کا
کمال ہے کہ ہر قدم پر قدغن ہے۔ شریعت کے حدود سے تجاوز
نہیں کیا جاسکتا اس لئے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ بد رچاچی (۲۵)
کا مدحیہ قصیدہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصیدے کے سامنے
بیج ہے۔ بد رچاچی کے قصیدوں میں صرف تشبیب تک علم ہیئت کا
التزام ہے۔ مدح حاضر میں وہ اس کو ترک کر دیتا ہے جبکہ حضرت
رضا نے آخر تک اس التزام کو قائم رکھا ہے،“ (۲۶)

امام احمد رضا بریلوی کے جتنے بھی قصائد (عربی، اردو، فارسی) ہیں وہ یا تو سید
عالم ملک اللہ یا صحابہ کرام و اہل بیت اطہار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور یا اولیاء صالحین (رحمہم
الله) کی مدح میں کہے گئے ہیں اس لئے کہ حضرت رضا ان کے علاوہ کسی دنیوی تاجدار
سلطنت، راجہ یا امراء وقت کی مدح سرائی رو انہیں رکھتے تھے یہ ان کے مزاج اور ضمیر کے
خلاف تھا۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ جب نواب نانپارہ نے آپ سے اپنی شان میں قصیدہ
لکھنے کی فہمائش کی اور اس کے عوض آپ کے دارالعلوم منظر اسلام کی خدمت کا وعدہ بھی
کیا۔ تو آپ نے ایک خوبصورت نعمت شریف لکھ کر ان کو بھجوادی جس کا مطلع یہ ہے:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گما نقص جہاں نہیں
یہی چھوٹ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

مقطع میں بڑی خوبصورتی سے اپنے مسلک کا اطہار بھی یہاں ہے اور نواب صاحب نانپارہ کی

دہانت سے تمام اہل دول و امراء سلطنت کو یہ پیغام بھی دیا ہے کہ جن کی زبانیں ہمہ وقت
اپنے کریم آقا مولیٰ، سیدنا محمد رسول ﷺ کے ذکر میں مشغول ہوں وہ دنیا کے کسی بڑے
بڑے اہل ثروت و سلطنت کو خاطر میں نہیں لاتے ان کو ان فضول کاموں کی فرصت ہی
نہیں اور نہ وہ کسی کے خوف سے یاد رکھم و دینار کی لائچ میں اپنے اشعار کا سودا کرتے
ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرادین پارہ نان نہیں
لاحظہ ہوا س شعر میں ”نان پارہ“ کا لفظ کو الٹ کر ”پارہ نان“ استعمال کیا گیا
ہے جس سے شعر کا حسن دو بالا ہو گیا ہے۔ اسی عقیدہ کا انہما رانہوں نے اپنے ایک اور
قصیدے (حدائق بخشش حصہ سوم) میں بھی کیا ہے:

مدح حسیناں نہ کہہ، وصف امیراں نہ کر
خلق انہی کی حسین، خلق انہی کا حسن
گذشتہ سطور میں جن چار قصائد کا ذکر کیا گیا ہے ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان
قصائد کے ذریعہ رضا بریلوی نے پہلی بار نعتیہ اردو ادب میں تشبیب کے مضامین میں وہ
دست و معنویت پیدا کی ہے جس کی اس سے قبل کے نعتیہ لٹریچر (اردو، فارسی، عربی) میں
بہت شکل سے نظریں ملے گی بلکہ بعض جہتوں سے آپ نے تشبیہ استعارہ، کنایہ، تشبیب، ردی
و توافقی کا نئے انداز سے جواہتمام و استعمال کیا ہے وہ آپ کی اپنی ایجادات اور اولیات
ہیں۔

علامہ شمس بریلوی ”قصیدہ سلامیہ“ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

”حضرت رضا بریلوی قدس سرہ کا وہ سلام محبت آگیں جس کا مطبع:

صلائفِ جان رحمت پر لاَھوں سلام شعب زمِ حدایت پہلا کھوں سلام

ہے ہر اس مسلمان کے دل کی آرزو ہے جس کا دل محبت سر کار دو عالم علیہ السلام سے معمور ہے
اس سلام میں عجیب والہانہ جذبات اور وارثگی کا عالم نظر آتا ہے۔ ان اشعار میں سراپا
قدس سے جو پارہ ہائے نور یعنی اعضاۓ پاک، خامہ رضا نے منتخب کئے ہیں ان کی کا حق
تعریف لظم تو لظم نثر میں بھی دشوار ہے۔ یہ مکمل سلام ایک سوترا اشعار پر مشتمل ہے،^(۲۷)
در اصل امام احمد رضا کا یہ قصیدہ سلامیہ ان کے عشق رسول علیہ السلام کا مظہر ہے
مولانا کوثر نیازی اس سلام کے متعلق لکھتے ہیں:

”اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں اور تمام زبانوں کا نعتیہ کلام
میں نے دیکھا ہے اور بالاستعیاب دیکھا ہے۔ میں بلا خوف تردید
کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک
طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام:

”مصطفیٰ جان رحمت پ لakhوں سلام“

ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے
سلام کا پڑا پھر بھی جھکا رہے گا، میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو
زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہو گا، جوز بان
د بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور
سیرت کے جواہر اور موز، انداز و اسلوب میں جو قدرت و ندرت
اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہہ پارے میں
نہیں مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس
کے ایک ایک شعر کی تشرع میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں،^(۲۸)

پروفیسر ڈاکٹر نجیب الدین جمال صاحب ”سلام رضا“ کی خصوصیت پر بول

روشنی ڈالتے ہیں:

”ڈیڑھ سوے زائد اشعار پر منی یہ نعتیہ سلام ایسا ہے جو ایک طرف تو فن شعر کے کسی بھی معیار پر پورا اترتا ہے اور دوسری جانب اس میں جذب و کیف کا ایک ایسا عالم ہے کہ لوگ اسے پڑھتے ہیں اور سردھنے ہیں۔ یہ سلام نسل درسل سینہ درسینہ منتقل ہو رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مقبولیت اور اثر پذیری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہر طبقہ کے لوگ جب اسے سنتے ہیں تو ایک عالم وجود میں اسے خود بھی گنگنا نے لگتے ہیں اور یوں عشق و یقین کے اجتماعی لمحے کی صونج پیدا ہوتی ہے، اس نعتیہ سلام کے ساتھ اگر قصیدہ نور یہ اور قصیدہ معراجیہ بھی پڑھا جائے تو مولانا احمد رضا کے روای دواں اسلوب اور ذوق بخی کے بارے میں کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔“ (۲۸) (ب)

ڈاکٹر راج احمد بستوی قصیدہ سلامیہ، قصیدہ درود یہ اور قصیدہ نور یہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

”ان تینوں قصائد کے تشہیب مکمل طور پر نعتیہ ہے اور ان تینوں کی تشہیب میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے انبیاء کرام ﷺ کے لئے امتیاز کی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے قصائد کی تشہیب میں اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندھی کی جس سے ان کی جوانی فکر اور تنوع طبع کا اندازہ ہوتا ہے،“ (۲۹)

”ام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا قصیدہ درود یہ، جس کا مطلع ہے:-

”لَعْبَےِ کا بدر الدجی تم پے کروڑوں درود

طیبہ کے مش اپنی تم پہ کروں درود
 بھی ان کے تحریکی، قادر الکلامی اور سب سے بڑھ کر فیضِ عشق مصطفیٰ ﷺ کا مظہر ہے کہ
 جس نے جناب رضا کے سامنے مفہوم و الفاظ کے انبار لگادیے۔ (انٹھ) سانچہ اشعار پر
 مشتمل اس ذوق اقتین قصیدہ میں حروف ہجا کا خاص التزام رکھا گیا ہے۔ عشقیہ شاعری میں
 شعراء نے ذوق اقتین غزلیں تو کہی ہیں لیکن حروف ہجا کا التزام کہیں نظر نہیں آتا۔ نعتیہ
 شاعری میں تو امام احمد رضا سے قبل اس کی کوئی مثال کہیں بھی نہیں ملتی۔ علامہ مش بریلوی
 مرحوم مغفور نے اس کو بھی اوقایاتِ رضا میں شمار کیا ہے۔ (۲۰)

اس قصیدہ مبارکہ سے صرف تین اشعار ملاحظہ فرمائیں اور امام احمد رضا کی
 جدت طرازی اور تخلیل پر واز کی داد دیجئے۔

(۱) دل کرو ٹھنڈا مرا ، وہ کف پا چاند سا
 (الف) سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروں درود
 (۲) ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لا جواب
 (ب) نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروں درود
 (۳) تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروں سلام
 (م) تم پہ کروں شا تم پہ کروں درود
 انٹھ اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ از ”الف“ تا ”ی“ کی قید کے ساتھ ذوق اقتین
 ہے۔ اس تردم مالا لیزم کے باوجود ایک دریائے محبتِ موجزن ہے اور فیضانِ محبت کی پر
 کیف بارش برابر جاری ہے۔ بے تکلف، تصنع سے اور آورد سے آزاد ہو کر شعر پر شعر
 پڑھئے اور درود پر درود بھیجتے چلے جائیے۔

امام احمد رضا کا قصیدہ معراجیہ بھی نعتیہ ادب کا ایک شاہکار ہے۔ تغزل کے
 میدان میں محاذات کی بڑی وسعت ہے۔ اردو و فارسی کے غزل گوش شعراء کے یہاں

مکات کے بڑے پڑے لطف اور دلکش و دلنشیں انداز ملتے ہیں لیکن میدان نعت میں محاکات ایک مشکل ترین مرحلہ ہے جسی وجہ ہے کہ نعت کو شعراء کے کلام میں یہ خصوصیت بقید آداب تقریباً مفقود ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام میں بالعموم اور قصیدہ معراجیہ (قصیدہ در تہنیت شادی اسری) میں بالخصوص محاکات کی مثالیں آپ کو کثرت سے ملیں گی۔ قصیدہ معراجیہ سے تین اشعار پیش کیئے جاتے ہیں۔ ذرا عالم قرب کی محاکات ملاحظہ ہوں! کیا اچھوٹا انداز اور کیا بلیغ کنائے ہیں!

ہوانہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحرِ هو سے ابھرا
دنی کی گودی میں ان کو لیکر فنا کے لفکر اٹھادیے تھے

کے لمبے گھاٹ کا کنارا کدر سے گزرنا کہاں اتا را
پھر اجو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصر دانی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جاہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

آخری مصرعہ میں جس کمال قرب کا انطہار فرمایا ہے اور جس دقيق ترین مسئلہ کو
چلنگوں میں مکمل فرمایا ہے اہل علم و نظر کی نگاہ میں وہ داد سے مستغثی ہے۔

ایک معروف محقق، ادیب اور شاعر پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بخاری
اپنے ایک تحقیقی مقالے میں حضرت رضا بریلوی قدس سرہ کے قصیدہ معراجیہ پر تبصرہ
فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”پیش نظر معراج نامہ قصیدے کے انداز میں ہے جس میں
۶۷ اشعار ہیں اس کی تکنیک ماقبل کے سارے معراج ناموں سے

بالکل مختلف ہے جن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں معراج کی روایات کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ شب معراج کا تہنیت نامہ ہے جس میں بہجت آگیں افکار کی نفحگی کا بہاؤ پورے قصیدے کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ اس کی زبان نہایت سادہ شستہ اور بامحاورہ ہے۔ روزمرہ کا برعکس اور مناسب صرف قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آئیہ کریمہ یا احادیث کی تلمیحات تک سے امکانی طور پر کلام کو بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار۔“ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

”اس تہنیت نامے میں سرور و نشاط کی کیفیت نے ایک متحرک بہار یہ فضا پیدا کر دی ہے، جس کی عکاسی امام رضا نے نہایت وارفة اور پرکیف انداز میں کی ہے۔ ان کے لمحے کی گلاؤٹ، کیف و مستی کے تصوراتی منظر کو ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم کر دیتی ہے اور ہم اس کی سرمستیوں کے بہاؤ میں بننے لگتے ہیں،“ (۲۱)

اب ذرا ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا تبرہ اسی قصیدہ معراجیہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

”اردو قصیدوں میں ان کا ”قصیدہ معراجیہ“ ان کی شاعری کا کمال بھی ہے اور شباب بھی۔ اس کی نظر پوری اردو شاعری میں نہیں، جو پڑھتا ہے پھر کٹھتا ہے، جو نستا ہے، سردھستا ہے۔ اگر رضا بریلوی یہی ایک قصیدہ لے کر میدان شاعری میں اترتے تو سب شاعروں پر گوئے سبقت لے جاتے۔ ایسا مرصع قصیدہ راقم نے اپنی چالیس

سالہ ادبی زندگی میں نہ سننا اور نہ دیکھا،” - (۳۲)

اس سلسلے میں پاکستان کے معروف شاعر وادیب اور مقتدرہ قومی زبان (اسلام آہار) کے صدر نشین جناب افتخار عارف صاحب کا امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک پام تبرہ تاریخ نعت گوئی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے یقیناً افادے کا باعث ہوا، وہ تحریر فرتے ہیں:

”قصیدہ سلامیہ قصیدہ نوریہ، قصیدہ معراجیہ، قصیدہ درد ویہ، جس طرح کی فضایتی ہوتی ہے پھر ساری آئینہ بندی اسی نوعیت کی۔
آهنگ، بھر، زبان، لمحہ، بندشیں، ترکیبیں، موسیقی سب عناصر باہم پیوست نظر آتے ہیں۔ صناعی تمام و کمال، مگر حسن کے ساتھ، مضرع صاف، جذبے خالص، بیان واضح۔ محبت رسول ﷺ کی شدت و ارتقا نے نعت کو اعجاز خن کی منزلوں سے ملا دیا ہے۔ کہیں سے بھی حدائق بخشش کھول لمحہ پڑھتے چلے جائیے ار پاک ہوتے جائیے۔

صناع بداع تو اتر کے ساتھ تجنبیں، ایهام، تناسب، تضاد و طلاق، مرادۃ النظر، حسن تلمیح، تعلیل سب ہے مگر کرتب بازی کی طرح نہیں، حضوری کے معجزوں کے ساتھ،” (۳۲ب)

الغرض جس طرح حضرت رضا بریلوی نعت گوئی میں اپنی نظری آپ تھے، قصیدہ گوئی میں ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ بقول شیخ الحدیث والفسیر علامہ نصر اللہ خاں الافغانی، سابق چیف جیورسٹ، پریم کورٹ، افغانستان:

”حدائق بخشش کا ہر شعر اسرار معانی اور مفہوم و مطالب کا ایک بزرگ خار ہے کہ ہر شعر پر بیس، بیس مقالات لکھے جاسکتے ہیں،” (۳۲)

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی، شیخ الحدیث الفیر جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور نے حدائق بخشش کی شرح لکھی ہے جس کی اب تک ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کی تقریباً ۱۰ مزید جلدیں ابھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔ اس میں صرف "حدائق بخشش" حصہ اول اور دوم کے اشعار شامل ہیں۔ علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب مہتمم جامعہ الاسلامیہ (لاہور) نے قصیدہ سلامیہ کی شرح لکھی ہے جو ۵۶۵ صفحات پر مشتمل ہے اور ان عی کے ادارے مرکز تحقیقات اسلامیہ سے ۱۹۹۳ء شائع ہو چکی ہے۔ کاش کہ کوئی صاحب نظر محقق قصیدہ درودیہ، قصیدہ نوریہ اور قصیدہ معراجیہ کی شرح بھی لکھتا۔ یہ قصائد اردو ادب کے ایسے شاہ کار ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو پی۔ ایج۔ ڈی۔ کے مقالہ کا عنوان بنایا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا کا کلام حیات آفریں، اور آپ کی فکر حیرت افزائے ہے۔ نصف صدی تک یہ کوشش کی جاتی رہی کہ امام احمد رضا کا تذکرہ اردو ادب میں نہ آئے مگر "مشک آنست کہ خود بویدنہ کہ عطار بگوید" کے مصدق امام احمد رضا کے ذوق عشق سے معمور نغمے جیسے جیسے لوگوں کی ساعت تک پہنچتے رہے، رضا بریلوی کا مقام بحیثیت شاعر دربار رسالت بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا۔ وہ فن شاعری میں بے مثال تھے۔ وہ استاذ الالاستاذ تھے، ان کا کوئی استاذ نہ تھا، وہ تکلید الرحمن تھے۔ انہوں نے اردو شاعری کا قبلہ درست کیا اور غزل کو وہ رفت بخشی کہ اسے نعت بنا دیا۔ امام احمد رضا نے اردو شعر و ادب کو نعت گوئی کا ایک مزاج دیا۔ گذشتہ پچاس سال میں نعت گوئی اور نعت خوانی کو جو فروغ ملا ہے اس میں امام صاحب کی نعت گوئی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آج عوام الناس، خواص اور اردو کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں میں "نعت فہی"، "نعت گوئی" اور نعت خوانی کا جوشور بیدار ہوا ہے، یہ سب "کونخ" کونخ اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں، کافیضان ہے۔ آج کے دور میں اردو ادب کی تاریخ نعت گوئی کا کوئی تذکرہ "کلام رضا بریلوی" کے ذکر کے بغیر

بے سند سمجھا جاتا ہے۔ اس پس منظر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا، رضا بریلوی کی نعت گوئی کا اردو شعر و ادب پر اثر، کے حوالے، سے یہ تبصرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے،
ملاحظہ کیجئے:

”رضا بریلوی کی نعت گوئی ایک تحریک بن گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے
نعت گو شعراء کا ایک قافلہ روای دواں نظر آنے لگا، شعری مجموعوں کا
نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ یہ
اس نعرہ مستانہ کا جواب ہے جو انیسویں صدی عیسویں کی تاریک
فضاؤں میں رضا بریلوی نے لگایا تھا، ڈاکٹر اقبال اسی آواز کی
آواز بازگشت ہیں۔ آج عالم اسلام کو پیغام رضا کی ضرورت
ہے“ (۲۲)

نعت کی تاریخ پر رضا بریلوی کی نعت گوئی کے اثرات سے متعلق پروفیسر ڈاکٹر
منظر عالم جاوید صدیقی صاحب کا بھی یہ تبصرہ بڑا فکر انگیز ہے:

”یہ بات اظہر من الشیس ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اردو نعت کی تاریخ میں عصر
حاضر کے نعت گوئیوں پر سب سے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ انہوں نے اپنے شغف
نعت اور اجتہادی صلاحیت سے نعت کی ترویج و ارتقا میں عہد ساز کام کیا۔ اپنے وسیع طالع کو
کو بھر پورا انداز میں فن نعت میں سویا۔ انہوں نے نعمتیہ مضافین کے بیان میں قرآن و
حدیث، منطق و ریاضی، ہست و نجوم، ہندسہ و ما بعد الطیعات اور مختلف علمی و فنی اصطلاحات
و حوالہ جات کو نہایت نفاست اور تحلیقی انداز سے اپنی نعت گوئی کا جزو بنایا۔ انہوں نے نعمتیہ
مضافین کے اظہار میں مختلف علوم و فنون کے بیان سے نہ صرف اپنی نعت گوئی کو دفعہ بنا یا
ہے بلکہ اردو نعت کے علمی و فلکری دائرے کو بھی وسعت دی ہے“ (۲۲-ب)

میں اپنے اس مقالے کو پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری، دعوة اکیڈمی، انٹر نیشنل

اسلامی یونورٹی اسلام آباد کے ان الفاظ پر قلم کرتا ہوں: (۲۵)

"دنیا کے گوشے گوشے میں جہاں بھی کوئی اپنے آقا ﷺ کو یاد کرتا

ہے اور ان کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام نجحاور کرتا ہے، احمد رضا

کے لمحے سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ احمد رضانے اپنے آقا ﷺ کے

حضور کچھ ایسے جذبوں کا نذرانہ پیش کیا ہے کہ آج بھروسہ دشت و جبل

میں ہر سو اسی کی گونج سنائی دے رہی ہے:

مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام

شمع بزم حدایت پر لاکھوں سلام

مجھے یقین ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ سلام کچھ اس شان سے مقبول ہوا

کہ اسے محبت رسول کا عالمگیر تھفہ بنادیا گیا ہے۔ اب جو بھی چاہتا ہے کہ اسے بارگاہ رسول

علیہ السلام میں پڑی رائی ملے وہ اپنی دھڑکنوں میں احمد رضا کے جذبے سمویت ہے اور اپنی زبان

پر احمد رضا کے شعر بجا لیتا ہے:

بھی کہتی ہے بلبل باغ جناں کے رضا کی طرح کوئی سحر بیان

نہیں حند میں واصف شاہ حدی، مجھے شوخی طبع رضا کی قم

سید و جاہت رسول قادری

(صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنسیٹ پاکستان)

حوالے جات

- (۱) الاعراف: ۷-۲۷۔
- (۲) آل عمران: ۳-۸۱۔
- (۳) انجل یو ہٹا، باب ۱۶ آیت ۱۳۔
- (۴) الاخلاص: ۱-۱۱۲۔
- (۵) الانشراح: ۳-۹۳۔
- (۶) الاحزاب: ۳۳-۵۶۔
- (۷) رواہ البیهقی فی دلائل بعد صالح کما افادہ حافظ الشان العقلانی والدبلی فی مند الفردوس کلام عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحوالہ امام احمد رضا، الامن والعلی ص ۷۰ تا ۱۷ مطبوعہ نوری کتب خانہ بازار دامتا صاحب لاہور۔
- (۸) (الف) ادیب رائے پوری سید حسین علی، "مشکوہ نعمت" مطبوعہ پاکستان نعمت ایکڈی کراچی ص ۳۱۳، ۵۲۵۔
- (ب) "عربی میں نعتیہ شاعری" کے مطالعہ کے لئے درج ذیل کتب بھی مفید ہیں:
- (۱) المدائی فی الادب العربي، ڈاکٹر مبارک مصری
 - (۲) الجموعة الشعانية فی المدائی، علامہ یوسف بن اسحیل بھانی
 - (۳) عربی میں نعتیہ کلام، ڈاکٹر عبد اللہ عباس مددوی۔
- (۹) علامہ فضل احمد عارف، برکات ہردو، ندیر سنز پبلیشورز، لاہور ص ۱۲۔
- (۱۰) آئینہ رضویات حصہ اول، مرتبہ: وجہت رسول قادری / پروفیسر مجید اللہ قادری، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (پاکستان) کراچی ص ۲۰۶۔

- (۱۱) "اردو کی نعتیہ شاعری"، ڈاکٹر فرمائ فتحوری، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۵۵۔
- (۱۲) ایضاً ص ۵۶۔
- (۱۳) شعر الحمد حصہ ۲، مولانا عبدالسلام ندوی ص ۲۰۰ بحوالہ "امام احمد رضا خاں کا قصیدہ معراجیہ" پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بناres مطبوعہ بزم اہل سنت کراچی ص ۲۷۔
- (۱۴) امام احمد رضا کا قصیدہ معراجیہ، پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بناres، "بزم اہل سنت کراچی" ص ۲۸
- (۱۵) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج احمد بستوی، کانپور یونیورسٹی کانپور (مطبوعہ دہلی ۱۹۹۱ء) ص ۱۶۱۔
- (۱۶) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، تقدیم "مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری" مصنفہ ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ۔
- (۱۷) (الف) ڈاکٹر سراج احمد بستوی "مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری" کانپور یونیورسٹی کانپور، مطبوعہ دہلی ص ۱۳۲
- (ب) تقریظ "عرفان رضا در مدح مصطفیٰ علیہ السلام" مصنفہ علامہ عبدالستار ہمدانی، ناشر رضا دار المطالعہ پوکھری ایتامڑھی، بہار (ہند) ص ۱۲۔
- (۱۸) علامہ شمس بریلوی "کلام رضا قدس سرہ کا تحقیقی و ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش)" مدینہ پبلیشنگ، کراچی جولائی ۱۹۷۶ء، ص ۲۸۔
- (۱۸) جیل جالبی ڈاکٹر: "امام احمد رضا - ایک عاشق رسول" مشمول سالنامہ "معارف رضا" ۱۹۸۳ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنسیشنل، کراچی ص ۲۷۔
- (۱۹) "ارمنان رضا" الخوارجی پبلیکیشنز، کراچی ص ۳۔
- (۲۰) پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، برصغیر کی عربی نعتیہ شاعری - ایک جائزہ، بحوالہ اونج نعت نمبر گورنمنٹ کالج شاحدہ روہ، لاہور، نج ۲، ص ۲۶۹۔

- (۲۱) عبدالستار طار، (مرتب)، آئینہ رضویات حصہ سوم، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (۱۹۹۱ء) ص ۱۷۰۔
- (۲۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں "کلام رضا بر بلوی قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ" (مع حدائق بخشش کامل) مصنفہ علامہ شمس بر بلوی، مدینہ پبلیشنگ، کراچی ص ۲۲۶، ۳۱ تا ۳۲۔
- (۲۳) تقدیم، "شرح سلام رضا" مصنفہ مفتی محمد خال قادری، مطبوعہ مرکزی تحقیقات اسلامیہ لاہور، ص ۳۷۔
- (۲۴) ڈاکٹر صابر سنبھلی، حدائق بخشش میں محاوروں کا استعمال، "بہوالہ" مجلہ پیغام رضا، سیتمبر میں (بہار) ۱۹۹۱ء۔
- (۲۵) مزیر تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مذکورہ بالا مقالہ۔
- (۲۶) علامہ شمس الحسن بر بلوی، کلام حضرت رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ معحد حدائق بخشش (کامل) مدینہ پبلیشنگ کراچی ص ۱۲۔
- (۲۷) ڈاکٹر سراج احمد بستوی "مولانا احمد رضا بر بلوی کی نعتیہ شاعری، ایک تحقیقی مطالعہ" کانپور یونیورسٹی، مطبوعہ دہلی ص ۲۳۸۔
- (۲۸) کلام رضا میں علوم بیان و بدیع کی حسین اور دلکش جملکیاں دیکھنی ہوں تو مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:
- (۱) "مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری، ایک تحقیقی مطالعہ" کانپور یونیورسٹی کانپور مطبوعہ دہلی ص ۲۳۶ تا ۲۵۵۔ مصنفہ ڈاکٹر سراج احمد بستوی۔
 - (۲) "کلام حضرت رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ" (مع حدائق بخشش کامل) مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ، کراچی جولائی ۱۹۹۱ء ص ۱۳۳ تا ۱۹۱۔ مصنفہ علامہ شمس بر بلوی۔
 - (۳) صابر حسین شاہ قادری بخاری سید: "اقليم نعت کا بادشاہ" مطبوعہ لاہور، ص ۱۶۔

- (۳۰) ڈاکٹر فضل الرحمن شری مصباحی، "حدائق بخشش کا فنی و عروضی جائزہ" مقدمہ حدائق بخشش مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی، کیم جولائی ۱۹۹۱ء، ص ۲۱۔
- (۳۱) ایناں ص ۲۸
- (۳۲) علامہ شمس بریلوی، کلام حضرت رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، (مع حدائق بخشش کامل) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، کراچی جولائی ۱۹۷۶ء ص ۱۸۰۔
- (۳۳) ڈاکٹر سراج احمد بستوی، مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ ایک تحقیقی مطالعہ کا پور یونیورسٹی کاپور مطبوعہ دہلی ۱۹۹۱ء ص ۲۸۲۔
- (۳۴) "کلام رضا" نظر لدھیانوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۸۳/۸۳ بحوالہ "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" مصنفہ ڈاکٹر سراج احمد بستوی ص ۲۸۳۔
- (۳۵) قصائد میں انوری، سلمان، سانوچی، ظہیر فاریانی، فاقانی اور بدراچاچی حقد من شراء نے فلکیات کے مفہامیں اور انسان پر اس کے اثرات کو بڑے تینی رنگ میں پیش کیا۔ ان شعراء نے علم ہیئت کی مصطلحات کو اپنے کلام میں پیش کیا۔ بدراچاچی فاری کا مشہور شاعر ہے جس نے محمد تعلق کی مدح میں جو قصیدے لکھے ہیں ان میں کثرت سے فلکیات و ہیئت کی مصطلحات کو پیش کیا ہے ملاحظہ ہو۔ معارف رضا شمارہ هفتہ (جولائی ۱۹۸۱ء) کراچی ص ۳۱-۳۲۔
- (۳۶) معارف رضا شمارہ هفتہ (جولائی ۱۹۸۱ء) کراچی ص ۶۶۔
- (نوٹ): افسوس کہ حضرت علامہ شمس بریلوی ۱۳ ار مارچ ۱۹۹۱ء کو وصال فرمائے اُنکے بعد کوئی ایسا عالم جو شاعر و ادیب بھی ہو نظر نہیں آتا جو باقی ماندہ ۵۷ راشعاء میں بر مصطلحات فلکیات کی تشرع کر سکے۔ البتہ ڈاکٹر فضل الرحمن شری مصباحی (ریڈر طپرہ کالج، دہلی) کی ہستی ایسی ہے کہ وہ اگر اس کام کی طرف متوجہ ہوں تو یقیناً بحسن و خوبی انجام دے سکتے ہیں وجاہت۔
- (۳۷) علامہ شمس بریلوی، کلام رضا قدس سرہ، کا تحقیقی اور ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش کامل)

مدینہ پبلیکنگ کراچی ص ۲۲۰۔

(۳۸) (الف) مولانا کا شریعتی، "امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ ایک ہدہ جہت تحقیقیت

مطبوعہ ادارہ تحقیقات (۱۹۹۳ء) ص ۲۱۔

(ب) پروفیسر ڈاکٹر نجیب الدین جمال سابق عمید کلیہ فنون و رئیس شعبہ اقبالیات اسلامیہ
یونیورسٹی، بہاولپور، پاکستان، حال استاذ زائر (Visiting Professor) تم
اللغہ الاروپیہ و آدابہما، کلیات اللغات والترجمہ، جامعہ الازھر الشریف، قاهرہ، مصر، "اردو
نعت گوئی کے امام۔۔۔۔۔ احمد رضا خاں" بحوالہ "کتاب الذکاری" ۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا
خاں، (اردو حصہ) مرتبہ حازم محمد محفوظ، مطبوعہ دارالاتحاد، قاهرہ مصر ۱۳۲۰ھ / ۱۹۹۹ء ص
۔۔۔۔۔ ۱۶۸۔

(۳۹) ڈاکٹر سراج احمد بستوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری، ایک تحقیقی مطالعہ، کانپور
یونیورسٹی، ص ۳۰۲۔

(۴۰) علامہ شمس بریلوی، کلام رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش کامل) مدینہ
پبلیکنگ، کراچی ص ۲۲۸ (مقدمہ)

(۴۱) پروفیسر مرزان نظام الدین بیگ جام بناresی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ کے قصیدہ معراجیہ پر ایک تحقیقی مقالہ، باہتمام شاہ تراب الحق قادری، بزم اہل سنت،
کراچی ص ۲۹-۳۲۔

(۴۲) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "آئینہ رضویات (حصہ سوم)"، مرتبہ محمد عبدالستار طاہر، مطبوعہ
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (۱۹۹۱ء) ص ۱۳۰۔

(۴۲ب) افتخار عارف، "فضل بریلوی کی اردو نعت گوئی"، شمول "معارف رضا" شمارہ ۱۷،
(۱۹۹۱ء) ص ۱۲۹۔

(۴۳) یہ بات علامہ نصر اللہ خاں صاحب نے اپنی ماہانہ مختلط گیارہویں شریف میں بار بار کی اور اس

کے گواہ وہ تمام لوگ ہیں جو ان کی محفل میں پابندی سے آتے ہیں۔ علامہ نصر اللہ خاں صاحب اعظم علماء اہل سنت مثلاً مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد جبیب الرحمن قادری، ہش العلما، حضرت علامہ مولانا محمد نظام الدین آبادی، صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جلالی میر شمی، محمد اعظم شاہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی علیہم الرحمۃ کے ارشد شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے "مقدمہ عید میلاد النبی" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جو بڑی تقطیع کے ۱۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں حدائق بخشش (حصہ اول و دوم) سے ۱۸ منتخب نعمتوں اور تقریباً ۸ منقبتیہ قہائد کے منتخب اشعار کو نقل کر کے حل اللغات فرمائی ہے اور ہر شعر پر صحیح تلفظ کیلئے اعراب لگائے ہیں، اس میں اردو اور فارسی دونوں کلام شامل ہیں۔ حال ہی میں حدائق بخشش حصہ سوم کی تعلیق اور اعراب کا کام بھی شروع کیا ہے۔

(۲۴) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد آئینہ رضویات (حصہ سوم) مرتبہ عبدالستار طاہر، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۱ء ص ۱۳۲۔

(۲۵) پروفیسر سید عبد الرحمن بخاری، کارروان عشق کا سالار، بحوالہ ماہنامہ "اہل سنت" مجموعات (پاکستان) صفر/اربع الاول شریف ۱۴۲۰ھ، ص ۵۵۔

نام.....	تاریخ نعت گولی میں امام احمد رضا کا مقام
تحریر.....	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
لقدیم.....	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات.....	48.....
------------	---------

کم اشاعت.....	۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
---------------	-------------

نگران طباعت.....	اقبال احمد اختر القادری
------------------	-------------------------



ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد

F-6/1, 38, اسٹریٹ, 44/4-D ☆

☆ (کراچی) 25، جاپان میشن ریگل چوک، صدر کراچی